کہ ان کے پیٹ اور گلے سے وہ پھوٹ پھوٹ کر باہر آنے لگے اور ان بھوکے ننگے انسانوں کو منہ چڑانے لگ جائے جنھیں ایسے بھوجن ملیں گے تو کیا ان کے درشن بھی انھیں اس جنم میں شاید بھارتیہ جنتا پارٹی کے اس اجلاس میں نہ ہوتے تو کبھی نہ ہوتے۔ بھارتی سنسکرتی میں تو تپسیا کی اہمیت ہے جسمیں دوسروں کے لیے بھوک و پیاس کو برداشت کرنے کا گر سکھایا جاتا ہے نہ کہ چند لوگ روپے پیسوں کے بل بوتے پر خوب موٹے ہو کر دوسرے دبلے پتلے لوگوں کی صبر و برداشت کی عادت کو لات مار دینے پر آمادہ ہو جائیں اور ابھی تو دلی دور ہے سگے ایسے اجلاس چند اور ہو گئے تو پھر غریب انسان کا جینا ہی دو بھر ہو جائے گا۔

ابو حیان: سرزمین اسپین کا ایک نامور عالم (ابو حیان)

کہ اسپین کی موجودہ زبان جسکو چار پانچ سو برس ہوئے عربی سے کوئی تعلق نہیں اب تک اس میں نصف کے قریب عربی الفاظ موجود ہیں۔

اس کے بعد اس امر کا بھی خیال کرنا چاہیئے کہ عیسائیوں نے اپنے ملک سے عربی کا اثر مٹانے کے لیے کیسی کیسی کوششیں کیں۔ تمام وہ علمی کتب خانے جن کا تذکرہ اب صرف تاریخوں میں ہے صرف اس خیال سے کہ وہ قرآنی زبان میں تھے۔ جہازوں میں بھر بھر کے سمندروں میں ڈبو دیئے گئے۔

آخری قسط

درایت حدیث ۔ ایک تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر محمد سلیم، لکچرر شعبۂ دینیات (سنی) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

حضرت اعمش کے قول سے بھی یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے اور حدیث سے دلچسپی رکھنے والے ان دونوں گروہوں کے الگ الگ کاموں کا علم ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ انھوں نے فقہاء کی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "انتم الاطباء ونحن الصیادلہ" (تم لوگ طبیب اور ہم عطار ہیں) یعنی محدثین کا کام حدیثیں جمع کرنا اور مجتہدین کا کام حدیثوں کی جانچ و پرکھ کرکے برمحل منطبق کرنا ہے۔

مسئلہ و مسائل استنباط کے لئے اگرچہ تمام ہی مجتہدین متن حدیث سے بحث کرتے تھے لیکن فقہاء میں بھی دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو صحت حدیث معلوم کرنے کے لئے نقد متن کو اولیت دیتے تھے دوسرے وہ جو نقد رجال پر بہت زور دیتے تھے۔ نقد متن کو اولیت دینے والوں میں امام ابوحنیفہ مقدم ہیں۔ انھوں نے نقد متن کے لئے مندرجہ اصول وضع کئے۔

(۱) حدیث کا متن مشہور سنت کے خلاف نہ ہو خواہ وہ سنت قولی ہو یا فعلی۔

(۲) حدیث کا متن حاملین حدیث یعنی صحابہ اور تابعین کے درمیان نہ ٹکراتا ہو خواہ ان کا وطن کہیں بھی ہو۔

(۳) حدیث کا متن عمومات یا ظواہر کتاب اللہ کے خلاف نہ ہو۔

(۴) حدیث کا متن اگر قیاس جلی کے خلاف ہو تو اس کا راوی فقیہ ہو۔

(۵) حدیث کا متن اگر تعزیرات، جیسے حدود و کفارات کو بیان کرتا ہو تو اس کا مشہور ہونا ضروری ہے۔ نیز یہ کہ اسے تمام امت نے قبول بھی کیا ہو۔

(۶) حدیث کے متن میں سلف میں کسی نے طعن نہ کیا ہو۔

(۷) راوی کا عمل روایت کے خلاف نہ ہو۔

(۸) حدیث کے متن یا سند میں راوی ثقات سے منفرد نہ ہو۔[21]

ان اصولوں سے ٹکرانے والی کوئی بھی روایت خواہ اس کے راوی کتنے ہی ثقہ کیوں نہ ہوتے امام اسے ہرگز قبول نہ کرتے۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں وہ قیاس کو ترجیح دیتے تھے۔

فقہاء میں امام مالک نے نقد متن کے لئے جمہور اہل مدینہ کے عمل کو معیار بنایا۔ چنانچہ امام مالک ہر وہ روایت جس کا متن عمل اہل مدینہ کے خلاف ہوتا اسے ہرگز قبول نہ کرتے خواہ اس کی سند میں راوی کتنے ہی ثقہ کیوں نہ ہوتے۔[22]

لیکن امام شافعی اور ان کے بعد فقہاء نے بھی نقد رجال کو حدیث کی صحت کی جانچ کا معیار بنالیا۔ چنانچہ محمد ابو زھو نے نقل کیا "اما جمہور المحدثین والفقہاء وفی مقدمتہم الامام شافعی رحمہ اللہ تعلی ان صحۃ الحدیث ثبت بروایۃ الثقۃ عن الثقۃ حتی یبلغ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو کان الراوی واحد فقط ولم یتمو لغیر ذالک من الشروط وزنا فاذا صح الحدیث علی ھذا الوصف کان اصلاً من اصول الشریعۃ لا یتقدم علیہ عمل ولا غیرہ"[23] (جمہور محدثین اور فقہاء ان میں امام شافعی کے نزدیک حدیث کی صحت کسی ثقہ راوی کے روایت کرنے سے ثابت ہو جاتی ہے جس نے ثقہ سے نقل کیا یہاں تک کہ یہ سلسلہ اپنے منتہی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچ جائے خواہ اس کا راوی ایک ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے مقابلہ میں وہ کسی دوسری شرائط کو اہمیت نہیں دیتے تھے۔ جب اس شرط پر کوئی حدیث پوری اترتی تو وہ شریعت کے اصولوں میں شامل ہو جاتی جس پر وہ کسی عمل وغیرہ کو مقدم نہیں کرتے تھے۔

فقہاء میں امام شافعی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے علم حدیث کی بنیاد رکھی[24] اور معرفت حدیث کے لئے نقد رجال کو معیار بنایا۔ اس کے بعد آنے والے تمام فقہاء اور محدثین نے انھیں اصولوں کی بنیاد پر احادیث جمع کیں۔ ان میں تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں لکھی گئیں مشہور کتب حدیث جیسے مسند احمد بن حنبل اور کتب ستہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

تدوین حدیث کا کام پورا ہونے کے بعد ایک بڑی تعداد ان بچی ہوئی روایات کی تھی

جنھیں مستند کتب حدیث کے مصنفین نے یا تو میزان اصول حدیث پر پوری نہ اترنے یا کسی دوسری وجہ سے رد کر دیا تھا۔ ان میں صحیح وسقیم ہر طرح کی روایات مخلوط تھیں۔ چنانچہ محدثین کے ایک طبقہ نے ان روایات کو بھی ضعفاء اور مجروحین کی مرویات کے نام سے جمع کر دیا۔ جیسے ابن عدی (م ۳۶۰ھ) نے الکامل میں دار قطنی (م ۳۸۵ھ) نے کتاب الضعفاء میں اور ابو حاتم بن حبان البستی (م ۳۵۴ھ) نے کتاب المجروحین میں جمع کر دیا۔ ان مشہور محدثین کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث نے بھی اسطرح کی روایات کو جمع کیا۔

چوتھی صدی ہجری کے بعد محدثین کا ایک ایسا طبقہ آیا جنہوں نے ان ضعیف اور مجروح راویوں کی مرویات میں سے موضوع روایات کو الگ کرنے کا قصد کیا۔ ان میں ابو سعید محمد بن علی (م ۴۴۴ھ)، طاہر مقدسی (م ۵۰۷ھ)، حسین بن ابراہیم الجوزقانی (م ۵۴۳ھ)، ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) زین الدین عراقی (م ۸۰۶ھ) محمد بن احمد عثمان الذہبی (م ۷۴۸ھ) ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (م ۹۰۲ھ)، محمد بن طاہر علی پٹنی (م ۹۸۶ھ) علی القاری (م ۱۰۱۴ھ) اور ابو عبد اللہ محمد بن علی الشوکانی (م ۱۲۵۰ھ) بہت مشہور رہیں ان محدثین نے مذکورہ ذخیرۂ حدیث سے موضوع روایات کو الگ کیا۔ اس سلسلہ کی طاہر مقدسی کی "تذکرۃ الموضوعات" سب سے پہلی اور ابن جوزی کی "کتاب الموضوعات" سب سے ضخیم کتاب ہے ان کے علاوہ ابن قیم کی "المنار المنیف" علامہ سخاوی کی "المقاصد الحسنہ" طاہر پٹنی کی کتاب الموضوعات اور علی القاری کی الآثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ بہت اہم اور مشہور کتب ہیں۔

ان محدثین نے موضوعات کو الگ کیا اسی کے ساتھ علامات وضع بھی بیان کیں اور بعض ایسے ابواب کا بھی پتہ لگایا جنہیں پورے باب میں ایک بھی روایت صحیح نہیں، متاخرین میں خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے ابو بکر بن طیب کے حوالے سے بعض علامات وضع بیان کیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ منجملہ حدیث موضوع ہونے کی علامات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ عقل کے اس قدر خلاف ہو جس کی کسی طرح تاویل نہ ہو سکے یا مشاہدات

محسوسات یا قرآن مجید کا قطعی مفہوم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی اسکا مخالف ہو۔[۲۵]

اس کے بعد ابن جوزی نے اسمیں بعض اور نئے اصولوں کا اضافہ کیا وہ اس طرح ہیں

"حدیث میں ادنیٰ سی بات پر سخت عذاب کی دھمکی یا معمولی اور حقیر کام پر بڑے انعام کا وعدہ کیا گیا ہو یا اکیلا شخص ایسے لوگوں سے روایت کر رہا ہے کہ شیخ کے دوسرے شاگرد اس حدیث کو نہیں بیان کرتے یا حدیث کی روایت تنہا ایک ہی شخص کر رہا ہے جس کے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کے لئے بلا کسی عذر کے ضروری ہے۔ یا حدیث میں ایسی بات مذکور ہو جس کے جھوٹے ہونے کی ایک ایسی بڑی جماعت نے تصریح کی ہو جن کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا اور ایک دوسرے کی تقلید سے جھوٹ بولتے رہنا عادتاً ناممکن ہو"۔[۲۲]

خطیب بغدادی اور ابن جوزی کے علاوہ ابو عمر بن بدر الموصلی الحنفی (م ۶۲۳ھ) حافظ ابن صلاح (م ۶۴۵ھ) ابن قیم (م ۷۵۱ھ) شمس الدین محمد سخاوی (م ۹۰۲ھ) ملا علی القاری (م ۱۰۱۴ھ) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) اور مصر جدید کے عالموں میں ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے مندرجہ ذیل اصول درایت بیان کئے: "حدیث میں لغویت اور ایسی بات مذکور ہو جس سے مذاق و تمسخر کیا جاتا ہے، یا کسی بات کی تردید تاریخی شہادت سے ہوتی ہو یا اسمیں ایسے واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو کسی کثیر مجمع میں واقع ہوا پھر اس کو نقل کرنے والے بہت ہو سکتے تھے لیکن مشہور نہ ہوا اور سوا ایک راوی کے اس کو کسی دوسرے نے بیان بھی نہیں کیا۔ ایسی حدیث جو علم و روایت سے تو ثابت نہ ہو بلکہ وہ خواب میں دیکھی ہوئی بات ہو یا ایسی حدیث جو لوگوں کو نیک کام سے روکتی ہو۔ یا واضع حدیث خود اس کا اقرار کرے یا کسی قرینہ سے معلوم ہو جائے یا اس کے الفاظ و معانی میں رکاکت پائی جائے یا چٹکلا بازوں کی طرح ہو جس سے عام طور پر عقلاء بچتے ہیں یا وہ ظلم و فساد اور باطل کی مدح اور حق و انصاف کی برائی کرے۔ حدیث میں کوئی بات فلاں فلاں تاریخ سے کہی گئی ہو یا حکماء اور اطباء کے اقوال سے تعلق رکھتی ہو یا اسمیں ایسا استکراہ پایا جائے جن سے کانوں کو کراہیت محسوس ہو اور طبیعت اسکو قبول نہ کرے۔ وہ حدیثیں جو کسی قوم کی برائی بیان کرتی ہوں جیسے سوڈان، حبشہ یا ترکوں کی مذمت۔ حدیث کا راوی رافضی ہو اور صحابہ کے بارے میں طعنہ کی روایت بیان کرے یا ناصبی ہو اور اہل بیت کے بارے میں طعنہ کی روایت کرے۔ یا کسی کام کے بدلے مثل انبیاء کے مستحق ثواب ہو۔ یا طب کے متفقہ اصولوں

کے خلاف ہو یا وہ شہوت و فساد کی رغبت دلاتی ہو۔ حدیث کا مضمون اللہ کی تنزیہ و کمال کے خلاف ہو۔ حدیث راوی کے مسلک کے موافق ہو اور وہ اپنے مسلک میں انتہائی درجہ کا متعصب ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے واقعہ کی تشریح اس انداز سے ہو کہ نبوت پر حرف آئے اور معیار نبوت برقرار نہ رہے، یا حدیث میں مفاد، عصبیت اور اختلاف کو دخل ہو یا حدیث میں خوبصورت چہرہ کی تعریف اور انکو دیکھنے اور ان سے حاجت طلب کرنے کا حکم یا آگ کا عذاب ان کو نہ ہونے کی خبر ہو تو ایسی تمام احادیث موضوع سمجھی جائیں گی۔[۲۷]

مندرجہ بالا اصول درایت جنکے وضع کا مقصد ان احادیث کی چھان بین کرنا تھا جنہیں طبقہ اولیٰ و ثانیہ کتب کے مصنفین نے متروک قرار دیا تھا۔ ان اصولوں کو ان احادیث پر نافذ کیا گیا اور ان کے تحت آنے والی احادیث کو موضوع قرار دیا گیا۔ جبکہ بعض محدثین نے طبقہ اولیٰ و ثانیہ کی کتب کو بھی ان اصولوں کو لے کر موضوع بحث بنایا۔ چنانچہ ابن جوزی نے بخاری و مسلم کی ایک ایک، سنن ابوداؤد کی نو، ترمذی کی تیس، نسائی کی دس ابن ماجہ کی تیس اور مسند احمد کی اڑتیس روایات کو موضوع قرار دیا۔ اسی طرح حافظ زین الدین عراقی نے مسند احمد کی روایات کو ایک رسالہ میں جمع کر دیا۔ ان کے علاوہ حافظ ابن عبد البر اور ابن حجر نے بھی کتب ستہ کی روایات پر نقد کیا۔ مثلاً بخاری کی یہ روایت۔ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں بندر کو دیکھا جس نے زنا کیا تھا اس پر بندروں نے جمع ہو کر اسکو سنگسار کیا چنانچہ میں نے بھی ان کے ساتھ سنگسار کیا۔[۲۸]

اس روایت پر نقد کرتے ہوئے حافظ ابن عبد البر نے فرمایا کہ اسمیں غیر مکلف کی طرف زنا کی نسبت ہے اور جانوروں پر حد قائم کرنا ہے جو اہل علم کے نزدیک ناقابل قبول ہے۔[۲۹]

اسی طرح بخاری کی یہ روایت کہ اللہ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کا قد ساٹھ ذراع تھا۔[۳۰]

اس روایت پر حافظ ابن حجر نے نقد کیا اور کہا کہ اسمیں یہ اشکال ہے کہ قدیم قوموں

کے جوآثار پائے جاتے ہیں مثلاً قوم ثمود کی بستیاں، ان کے مسکنوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے قد حد سے زیادہ لمبے نہ تھے۔[۳۱]

یا مسلم کی وہ روایت جسمیں کہا گیا کہ اللہ نے زمین کو سنیچر کے دن، اسمیں پہاڑوں کو اتوار کے دن، درختوں کو پیر کے دن، اسکی ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن، نور کو بدھ کے دن، جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم کو مخلوق میں سب سے آخر میں جمعہ کے دن اس کی آخری ساعات یعنی عصر اور رات کے درمیان پیدا فرمایا۔[۳۲]

اس روایت کو محدثین نے موضوع اس لئے قرار دیا کہ یہ روایت قرآنی صراحت کے خلاف ہے۔ قرآن میں ہے "خلقنا السموات والارض و ما بینھما فی ستۃ ایام"[۳۳] (اللہ نے زمین اور آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ روز میں پیدا کیا) لیکن مذکورہ بالا روایت کے روسے پیدائش کی مدت سات روز بیان کی گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اسمیں آسمان کی پیدائش کا ذکر ہی نہیں صرف زمین اور اس کی اشیار کو سات دن میں پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ جبکہ قرآن میں زمین اور اس کی چیزیں چار دن اور آسمان دو دن میں پیدا کئے جانے کا ذکر ہے۔[۳۴]

اسی طرح یہ روایات کہ "اسلام غربت سے شروع ہوا پھر ایسا ہی لوٹ آئے گا۔ جیسا شروع ہوا تھا اور مدینہ میں واپس آکر سمٹ جائے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں بیٹھ جاتا ہے"۔[۳۵]

"یہود و نصاریٰ بہتّر فرقے ہوئے اور مسلمان تہتّر فرقے ہو جائیں گے"۔[۳۶]

اس قسم کی روایات جن میں اسلام کے زوال اور پامال ہونیکی آرزوئیں یا مسلمانوں کے ہلاک ہونے کی تمنائیں شامل ہوں قرآنی آیات ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ[۳۷] "یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولوکرہ الکافرون"[۳۸] کے خلاف ہیں، اسی طرح بڑی مشہور روایت بھی قرآنی آیت "واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا"[۳۹] کے خلاف واقع ہے۔ اسی لئے محدثین نے ان تمام روایات کو موضوع قرار دیا۔

اسی طرح یہ روایت" من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یدخل الحمام بغیر ازار"[41] عصر نبوی کے معروف تاریخی واقعات اور حقائق کے خلاف واقع ہے۔ اس لئے محدثین نے اسے موضوع قرار دیا۔ اس کے متعلق ابن حجر مکی نے فرمایا: "ان العرب ما یعرف الحمام الا بعد موتہ"[42] عرب آپ کی وفات سے قبل حمام سے ناواقف تھے۔

علی القاری نے بیان کیا کہ حمام عرب میں عہد عباس میں وجود میں آئے[43] لہذا اسے تاریخی حقائق کے خلاف ہونے کے نتیجے میں موضوع قرار دیا۔

ان مثالوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ بعد کے محدثین نے کتب ستہ اور دیگر مستند کتب حدیث کو بھی جانچ و پرکھ کا موضوع بنایا۔ لیکن چونکہ ان کتب میں روایات جمع کرتے وقت دوسروں کی نسبت زیادہ احتیاط سے کام لیا گیا اس لئے ان میں ضعیف اور موضوع روایات کی تعداد بہت کم ہے۔ جبکہ ان کتب کے علاوہ طبقہ ثالثہ و رابعہ کی کتابوں میں ضعیف اور موضوع روایات بہت پائی جاتی تھیں چنانچہ محدثین نے انھیں کتب کی احادیث کی نقد و تنقیح پر زیادہ زور دیا۔ اس کے مقابلے میں مستند کتب حدیث کی مرویات کو نقد و تحقیق کا موضوع بہت کم بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتب میں اب بھی بعض ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن کا متن اصول درایت کے خلاف ہے مثلاً مندرجہ ذیل روایات۔

(۱) ایک بار دو یہودی آپ کی خدمت میں آئے اور آیت" ولقد آتینا موسیٰ تسع آیات بینات" کے متعلق سوال کیا کہ وہ کون سی نو نشانیاں تھیں جو حضرت موسیٰ کو اللہ نے عطا فرمائی تھیں۔ آپ نے فرمایا: وہ یہ ہیں۔ (۱) کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا (۲) زنا نہ کرنا (۳) کسی بے گناہ کو قتل نہ کرنا (۴) چوری نہ کرنا (۵) حاکم کے پاس بے جرم کی چغلی نہ کھانا۔ (۶) سود نہ کھانا (۷) کسی پاکدامن پر تہمت نہ لگانا (۸) میدان جہاد سے نہ بھاگنا (۹) اور خاص طور پر تمہارے لئے اے یہود سبت کے روز زیادتی نہ کرنا[44]

حالانکہ قرآن میں ان نو نشانیوں کا ذکر موجود ہے۔ جیسے ید بیضا، عصا موسیٰ، آفات

جراد، قمل، ضفادع اور دم[45] وغیرہ

(۲) گدھا، عورت اور سیاہ کتا سامنے سے نکل جانے سے نماز جاتی رہتی ہے۔ چنانچہ جب یہ روایت حضرت عائشہؓ نے سنی تو فرمایا: تم لوگوں نے ہم عورتوں کو گدھوں اور کتوں کے مشابہہ قرار دیا۔ حالانکہ میں رسولؐ کے سامنے لیٹی رہتی تھی اور آپؐ نماز میں مشغول رہتے تھے[47]

(۳) جادو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بنی زریق کے ایک آدمی نے جس کا نام لبید بن الاعصم تھا۔ اس کے بعد آپ کا یہ حال ہوا کہ آپؐ کو خیال ہوتا تھا کہ فلاں کام آپؐ نے کر لیا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہ ہوتا ...... تھے[48]

ایسی روایات شان نبوت میں نہ صرف گستاخی ہے بلکہ قرآنی آیات "واصبر لحکم ربک فانک باعیننا"، "ماضل صاحبکم وماغوی[50]" و "ما انت بنعمۃ ربک بکاھن ولا مجنون[51]"، "اذ یقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا[52]" کے خلاف بھی ہے۔ ان آیات کی روشنی میں یہ ممکن نہیں کہ نبی کی یہ حالت ہو جائے کہ وہ کیا کر رہا ہے اور کیا نہیں اسے ہوش ہی نہ رہے۔ اللہ پاک اپنے نبیوں کی اس طرح کے شیطانی اثرات سے حفاظت فرماتا ہے۔ ایسی روایات یہود و منافقین کی حرکتیں تھیں جن کا کام مذہب اسلام کو ہر دم نیچا دکھانے اور رسول پاک کی ذات مبارک پر طرح طرح کے طنز اور الزامات اور تہمتیں تراشنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

(۴) ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی جو حسینوں کی حسین تھی بعض لوگ صف اول میں بڑھ جاتے تاکہ اسکو دیکھ سکیں اور پیچھے رہ جاتے یہاں تک کہ آخر صف میں کھڑے ہوتے جب رکوع جاتے تو اس طرح کرتے کہ بغل کیطرف سے عورت کو دیکھتے تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین[53]"

اس روایت میں جس قدر رکت اور سطحیت پائی جاتی ہے اس پر مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں اس کے علاوہ صحابہ کرام پر کتنا بڑا افترا ہے جو بیان سے باہر ہے۔

ان مذکورہ بالا روایات سے ایک بات بالکل ظاہر ہو جاتی ہے وہ یہ کہ ان میں ایک بھی مسئلہ مسائل بیان کرنے والی روایت نہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی روایات کی جانچ و پرکھ

کرتے وقت محدثین نے درایت کے علاوہ روایت کے اصولوں کو بھی صحیح طور پر نافذ نہیں کیا جیسا عبدالرحمٰن بن مہدی سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال و حرام اور احکام کے متعلق کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو اسانید پرکھنے میں سختی برتتے ہیں اور جب فضائل، ثواب، عقاب کی روایات نقل کرتے ہیں تو نقد رجال میں تسامح برتتے ہیں[۵۴]۔

اسی طرح حافظ ابن حجر نے امام احمد بن حنبل کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرمایا: امام احمد اور دوسرے ائمہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جب ہم حلال و حرام کے متعلق کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو سختی برتتے ہیں اور جب فضائل اور اس سے متعلق روایات نقل کرتے ہیں تو تساہل کرتے ہیں۔[۵۵]

اسی سے ملتے جلتے دوسرے اقوال ائمہ حدیث میں سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن مہدی، حافظ ابن عبدالبر، حافظ ابن صلاح اور امام نووی وغیرہ سے بھی منقول ہیں[۵۶]۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتب میں مندرجہ بالا نوعیت کی احادیث باقی رہ گئیں جن پر درایت کے اصول نافذ کرنے میں تساہل کیا گیا یا سرے سے نافذ ہی نہیں کیے گئے۔

بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ تمام محدثین نے ایسا نہیں کیا بلکہ جمع کرتے وقت ہر ایک حدیث میں غایت درجہ احتیاط برتی اور حدیث کے اصولوں کو سختی سے نافذ کیا پھر بھی غلطی کا امکان بہر حال موجود ہے کیونکہ جن اصولوں کی بنیاد پر انہوں نے احادیث کی تحقیق و تفتیش کی خواہ وہ کچھ بھی ہوں ایک ظن سے زیادہ قطعیت کی اہمیت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ احادیث جنہیں محدثین نے صحیح کا خطاب دیا منجانب اللہ ان کے صحیح ہونے کی تصدیق ہوئی ہے بلکہ محدثین نے جن حدیثوں کو صحیح کہا ایسا انہوں نے ظن غالب کی بنیاد پر کہا۔ جیسا کہ حافظ نورالدین عراقی فرماتے ہیں: "بالصحیح والضعیف قصد وافی ظاهره لا لقطع"[۵۷] (یعنی محدثین جب کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہتے ہیں تو اس کا مطلب ظاہر ہوتا ہے قطعیت نہیں)

علامہ شمس الدین محمد سخاوی لکھتے ہیں: ان الصحة والضعف مرجعهما الى وجود الشرائط وعدمها بالنسبة الى غلبة الظن لا بالنسبة الواقع فى الخارج من الصحة وعدمها[۵۸]۔

اسی کی بنیاد پر ابن جوزی نے کہا "قد یکون الاسناد کلہ ثقات و یکون الحدیث مقلوبا"[59] (بعض مرتبہ حدیث کی اسناد میں تمام راوی ثقہ ہوتے ہیں مگر حدیث مقلوب ہوتی ہے) اس لئے کوئی بھی روایت خواہ کتنے ثقہ راویوں سے مزین کیوں نہ ہو اگر وہ علمی قطعی دلائل سے ٹکرائے یا اس سے شان نبوت پر حرف آئے تو ایسی روایت کو معیار نبوت سے گرانے سے بہتر ہے کہ اسے متروک قرار دیا جائے۔ کیونکہ کسی روایت کو موضوع قرار دینا جبکہ اس کے موضوع ہونے کا امکان بھی موجود ہو اتنا بڑا گناہ نہیں جتنا کہ کسی موضوع روایت کو صحیح قرار دینا اور نبیؐ کی طرف منسوب کر دینا۔ جبکہ یہ بات حدیث متواتر سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "من یقل علیّ مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النار"[60] (جس کسی نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جسے میں نے نہیں کہا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے) اس لئے خاص طور پر حدیث کے وہ ابواب جو فضائل، ثواب و عقاب اور مواعظ و قصص سے متعلق ہیں ان روایات کو اصول درایت کی کسوٹی پر رکھ کر نہ پرکھنے کے نتیجے میں بہت سی موضوع روایات اب بھی ہمارے مذہب کا جز بنی ہوئی ہیں۔

حوالاجات

۲۰ حافظ ابن عبدالبر، جامع بیان العلم و فضلہ۔ باب ذکر من ذم الاکثار فی الحدیث۔

۲۱ محمد ابو زھو، الحدیث والمحدثون/۲۸۱-۸۲۔ مصر ۱۳۷۸ھ

۲۲ ایضاً ۲۳ ایضاً

۲۴ تدریب الراوی ۱/۲۶۳، الحدیث والمحدثون/۳۰۱۔

۲۵ تدریب الراوی ۱/۲۷۶۔

۲۶ فتح المغیث/۱۱۴۔

۲۷ عمر بن بدر الموصلی الحنفی، المغنی عن الحفظ والکتاب/۱۰-۱۵، ابن صلاح، مقدمہ/۲۱۲ المنار المنیف، فتح المغیث/۱۱۴، علی القاری، موضوعات کبیر ۱۹۴-۲۵۵ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، فوائد جامعہ عجالہ نافعہ/۵۸-۶۰، ڈاکٹر مصطفی سباعی، السنۃ ومکانتھا

فی التشریع الاسلامی، فصل علامات الوضع فی المتن/۱۱۵-۱۹، پروفیسر مولانا محمد تقی امینی، حدیث کا درایتی معیار۔

۲۸ بخاری، کتاب بنیان الکعبہ، باب القسامۃ فی الجاھلیۃ۔

۲۹ احمد علی سہارنپوری، حاشیہ بخاری، کتاب بنیان الکعبہ، باب القسامۃ فی الجاھلیہ

۳۰ بخاری، کتاب الانبیاء، باب خلق آدم۔

۳۱ حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، باب بدء الخلق۔

۳۲ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء خلق۔ اس روایت کے متعلق حافظ ابن قیم نے فرمایا کہ یہ کعب الاحبار کا قول ہے۔ المنار المنیف/۸۵۔

۳۳ قٓ/۳۸ ۳۴ حٰم السجدہ/۹-۱۱۔

۳۵ ترمذی، کتاب الایمان، باب ان الاسلام بدأ غریباً۔

۳۶ ترمذی، کتاب الایمان، باب افتراق ھٰذہ الامۃ

۳۷ الصف/۹ ۳۸ الصف/۸

۳۹ محمد مسعود عالم قاسمی، فتنہ وضع حدیث اور موضوع احادیث کی پہچان/۱۳۶، دہلی ۱۹۸۷ء

۴۰ آل عمران/۱۰۳

۴۱ ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی دخول الحمام۔

۴۲ علی القاری، موضوعات کبیر/۲۶۰۔ قرآن محل کراچی۔

۴۳ ایضاً

۴۴ ترمذی ابواب التفسیر، سورہ بنی اسرائیل۔

۴۵ الاعراف/۱۳۰، ۱۳۳، طٰہٰ/۲۰، ۲۲۔

۴۶ مسلم، کتاب الصلاۃ، باب قدر ما یستر المصلی

۴۷ ایضاً

۴۸ بخاری، کتاب الطب، باب السحر

۴۹ الطور/۴۸

(باقی صد ۳۶ پر)